جناب وحید الدین خان صاحب

مذہب بیزار نظامِ معیشت کا انجام

اجتماعی ملکیت کے تجربہ سے روس کو کیا ملا۔

مذہب، معاشیات کی جو تنظیم کرتا ہے، اس میں ذرائع پیداوار پر انفرادی ملکیت کو تسلیم کیا گیا ہے بلکہ اس کا ڈھانچہ بنیادی طور پر، انفرادی ملکیت کے اوپر قائم ہے۔ یہ نظام عرصہ تک باقی رہا[1] مگر صنعتی انقلاب کے بعد یورپ میں انفرادی ملکیت کے اصول پر زبردست تنقیدیں شروع ہوئیں، یہاں تک کہ تعلیم یافتہ طبقہ کی عام فضا اس کے خلاف ہوگئی۔ انیسویں صدی کے نصف آخر اور بیسویں صدی کے نصف اوّل کے درمیان سو برس تک ایسی فضا رہی گویا انفرادی ملکیت ایک مجرمانہ قانون تھا جو دورِ وحشت میں انسانوں کے درمیان رائج ہوگیا۔ اور اب تجدید علمی ترقی نے اجتماعی ملکیت کا اصول دریافت کیا ہے، جو معاشیات کی بہتر تنظیم کے لئے اعلیٰ ترین اصول ہے۔

اس کے بعد تاریخ میں پہلی بار اجتماعی ملکیت کے نظام کا تجربہ شروع ہوا۔ زمین کے ایک بڑے حصے میں اس کو نافذ کیا گیا۔ اس کے حق میں بڑے بڑے دعوے کئے گئے، بڑی بڑی امیدیں باندھی گئیں، مگر طویل تجربہ سے ثابت ہوگیا۔ کہ اجتماعی ملکیت کا نظام نہ صرف یہ کہ غیر فطری ہونے کی وجہ سے اپنے قیام کے لئے تشدد پیدا کرتا ہے، نہ صرف یہ کہ وہ انسان کی ہمہ جہتی ترقی میں مانع ہے، نہ صرف یہ کہ سرمایہ داری سے بھی زیادہ ایک مرکوز اور جابرانہ نظام کا موجب ہے، بلکہ خود وہ زرعی اور صنعتی پیداوار بھی اس میں ملکیتی نظام

---

[1] انفرادی ملکیت کا نظام جو ساری دنیا میں جاری ہوا وہ دراصل مذہب ہی کے اثر کا نتیجہ تھا۔ اور اسی لئے مارکس اور اس کے متبعین نے مذہب کی شدید مخالفت کی کیونکہ اس کے بغیر وہ انفرادی ملکیت کو ذہنوں سے نکال نہیں سکتے تھے۔

کے مقابلے میں کم حاصل ہوتی ہے، جس کے لئے آزادی اور ہمہ جہتی ترقی کی قربانی دی گئی تھی۔

یہاں ہیں روس کی مثال دوں گا، روس کی تمام زمینیں اس وقت سرکاری ملکیت میں تبدیل کی جاچکی ہیں اور پورے ملک میں "اجتماعی" انتظام کے تحت کاشت کی جاتی ہے، ساری زمینیں سرکاری اور پنچائتی فارم کی صورت میں ہیں نہ کہ نجی ملکیت کی صورت میں۔ البتہ ۱۹۳۵ء کے فیصلہ کے مطابق ہر کسان کو یہ حق دیا گیا ہے کہ وہ اپنے رہائشی مکان سے متصل اپنے ذاتی استعمال کے لئے ایک تہائی یا نصف ایکڑ اور بعض مخصوص صورتوں میں دو ایکڑ تک زمین پر قبضہ رکھ سکتا ہے۔ اسی طرح اسے یہ بھی حق ہے کہ اپنے مکان میں محدود تعداد میں گائے بکری بھیڑ اور مرغی وغیرہ پالے۔ ۱۹۶۱ء کے اعداد و شمار کے مطابق روس میں کل زیر کاشت رقبہ ۲۰۴ ملین ہیکٹر (HECTARES) تھا جس میں نجی رقبہ کی مجموعی مقدار چھ ملین ہیکٹر تھی، یعنی کل زیر کاشت زمین کا صرف تین فیصدی حصہ۔ مگر ۱۹۶۱ء میں آلو کی پیداوار کا جو تناسب تھا، وہ حسب ذیل ہے:-

	زیر کاشت زمین	پیداوار
اجتماعی رقبہ۔	۴۳,۵۲,۰۰۰	۳,۰۸,۰۰,۰۰۰ ٹن
نجی رقبہ	۴۵,۴۶,۰۰۰	۵,۳۵,۰۰,۰۰۰ ٹن

اسطرح نجی رقبہ پر پیدا ہونے والے آلو کی مقدار گیارہ ٹن فی ہیکٹر تھی جبکہ سرکاری فارموں میں یہ مقدار صرف سات ٹن فی ہیکٹر تھی۔ حالانکہ سرکاری فارموں کو جدید زرعی مشینیں، موزوں زمین اور معدنی کھاد وغیرہ کی وہ سہولتیں حاصل تھیں جن سے نجی رقبے قدرتی طور پر محروم تھے۔ اسی قسم کا تناسب دوسرے اجناس کی پیداوار میں بھی پایا جاتا ہے۔

مویشیوں کی حالت اس سے بھی زیادہ خراب ہے۔ چارہ کی کمی اور ناقص دیکھ بھال کی وجہ سے سرکاری فارموں میں کثرت سے جانور مرجاتے ہیں۔ چنانچہ صرف ایک ریاست میں ۱۹۶۲ء کے گیارہ مہینوں میں مجموعی طور پر تقریباً ایک لاکھ ستر ہزار مویشی مرگئے۔ اس کے مقابلے میں ہر قسم کی دشواریوں کے باوجود نجی طور پر پالے ہوئے مویشیوں کی تعداد بڑھ رہی ہے اور باعتبار تناسب وہ سرکاری جانوروں سے زیادہ مفید ثابت ہو رہے ہیں اور زیادہ پیداوار دے رہے ہیں، چنانچہ سرکاری فارم جو کل تعداد کا پچھتر فیصدی مرغیوں اور مویشیوں کے مالک ہیں، انہوں نے نجی ذرائع کے مقابلے میں صرف دس فیصدی زیادہ گوشت فراہم کیا اور انڈے میں تو نجی پیداوار نے انہیں بہت پیچھے چھوڑ دیا۔ ۱۹۶۱ء کے اعداد و شمار

ملاحظہ فرمائیں :

	اجتماعی رقبہ	نجی رقبہ
گوشت	۴۸،۰۰،۰۰۰ ٹن	۳۹،۰۰،۰۰۰ ٹن
دودھ	۳،۹۰،۰۰،۰۰۰ ٹن	۲،۸۵،۰۰،۰۰۰ ٹن
انڈا	۶،۳۰۰ ملین	۲۳،۰۰۰ ملین
اون	۲،۸۷،۰۰۰ ٹن	۷۹،۰۰۰ ٹن

حتیٰ کہ یہ محدود نجی ذرائع خود حکومتی مرکزوں کو غذائی اشیاء سپلائی کرتے ہیں۔ چنانچہ ۱۹۶۲ء میں صرف ایک ریاست میں حکومت نے اپنے دفاتر کا ۲۶ فیصدی آلو اور ۴۴ فیصدی انڈا نجی فارموں سے حاصل کیا اور اسی طرح دوسری چیزیں۔

BULLETIN (Germany) NOV, 1963

اس اجتماعی ملکیت کا آخری انجام یہ ہے کہ روس جو زار کے زمانے میں جبکہ وہاں نجی ملکیت کا نظام رائج تھا، اناج کے معاملے میں دنیا کے چند بڑے برآمدی ملکوں میں سے تھا۔ اس نے ۱۹۶۳ء میں کناڈا، آسٹریلیا اور امریکہ سے پندرہ ملین ٹن گیہوں خریدا ہے اور یہ صورت حال مسلسل جاری ہے چنانچہ ۵۶-۱۹۶۴ء میں اس نے امریکہ سے بارہ لاکھ پچاس ہزار ٹن غلہ خریدا ہے۔ اسی طرح بعد کے سالوں میں بھی یہی حال دوسرے اشتراکی ملک چین کا بھی ہے۔

BULLEIN (Germany) OCT, 1963

اس تجربے سے معلوم ہوا کہ مذہب کا قانون جس ذہن سے نکلا ہے، وہ انسانی فطرت کو زیادہ جاننے والا ہے اور اس کے مسائل کو زیادہ گہرائی کے ساتھ سمجھتا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ وہ سب کچھ جو تمدن کی تعمیر کے لئے ہمیں درکار ہے، اسکا واحد اور حقیقی جواب صرف مذہب کے پاس ہے، مذہب ہمیں حقیقی قانون ساز کیطرف رہنمائی کرتا ہے، وہ قانون کی موزوں ترین اساس فراہم کرتا ہے، وہ زندگی کے ہر معاملے میں وہ صحیح ترین بنیاد دیتا ہے جسکی روشنی میں ہم زندگی کا مکمل نقشہ بنا سکیں، وہ حاکموں اور محکوموں کے درمیان قانونی مساوات پیدا کرنے کی واحد صورت ہے۔ وہ قانون کیلئے وہ نفسیاتی بنیاد فراہم کرتا ہے جسکی عدم موجودگی میں قانون عملاً بے کار ہو کر رہ جاتا ہے۔ وہ سوسائٹی کے اندر وہ موافق فضا پیدا کرتا ہے جو کسی قانون کے نفاذ کے لئے ضروری ہے۔ اسطرح مذہب ہمیں وہ سب کچھ دیتا ہے جسکی ہمیں اپنے تمدن کی تعمیر کے لئے ضرورت ہے۔ جبکہ لامذہبیت ان میں سے کچھ بھی نہیں دیتی اور نہ حقیقۃً دے سکتی۔

■■